ہمارے اعتقادات

یعنی

اللہ محمدؐ اور کائنات

میں

روابط اور تعلقات

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

ہمارے اعتقادات یعنی اللہ، محمدؐ اور کائنات کے روابط اور تعلقات

نوعِ انسان کے چند مُسَلَّمات:

تمام مذاہب عالم کائنات کا وجود مانتے ہیں کوئی صاحب عقل انسان موجودات کا انکار نہیں کرسکتا۔ البتہ کسی کی کائنات چھوٹی ہے کسی کی بڑی۔ پھر تمام مذاہب کے لوگ ایک ایسی ہستی کو مانتے ہیں جو اِس پوری کائنات میں تمام موجودات کا خالق اور مالک اور ناظم ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسی ہستی کے نام اُن کے یہاں جداگانہ ہوں۔ اور یہ بھی سب مانتے ہیں کہ کائنات میں انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو اِس پوری کائنات کی موجودات کا خلاصہ ہے۔ اور اُسے قدم قدم پر اس کائنات کی موجودات کو اپنی بقا اور ترقی کے لئے استعمال کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام انسان نہ کائنات کی ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اور نہ انہیں ہر چیز کی تخلیقی خصوصیات کا علم ہے نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ کائنات کتنی بڑی ہے؟ اُن کا ہزاروں سال کا علم و تجربہ اُن کو یہ یقین دلاتا آرہا ہے کہ کائنات لامحدود ہے۔ اور انسان کبھی بھی اپنے ذاتی اور اکتسابی علم و تجربے سے کائنات کا حدود اربعہ معلوم نہ کرسکے گا۔ وہ کبھی بھی کائنات کی ہر ہر چیز کا عالم نہ بن سکے گا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جو آدمی کائنات کا جتنا زیادہ علم

رکھتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ استفادہ کرتا ہے اور باقی انسانوں کو اُس کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔ اُس کی مدد حاصل کرنے کے لئے اُس کے منہ کو تکنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہاں ہر آدمی کو اپنی بقا اور ترقی کے لئے کائناتی علوم کی احتیاج ہے۔ اور یہ ہمہ گیر علم خالق کائنات کے سوا کوئی انسان نہ سکھا سکتا ہے۔ نہ خود سیکھ سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تمام مذاہب عالم یہ مانتے آئے ہیں کہ اللہ نے یا خالق کائنات نے کچھ ایسی ہستیاں پیدا کیں اور انسانوں کی تعلیم کے لئے ہر زمانہ میں موجود رکھیں جو اُدھر خالق کائنات سے وابستہ رہیں اور ادھر انسانوں میں گھلے ملے رہیں۔ اور خالق کائنات کے تمام علوم و فیوض انسان کے پہنچاتے رہیں۔ ایسی ہستیوں کے نام بھی الگ الگ مذاہب اور اقوام میں مختلف ہیں۔ اور یہ اختلاف صرف ناموں ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ اُن تینوں بُنیادی حقیقتوں کے تعیّن اور پوزیشن میں بھی اختلافات ہیں۔ جو عقل کے سب سے بڑے مدعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ کائنات کا خالق تو ضرور موجود ہے۔ مگر عقل و علم نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ جس نے عقل و علم و شعور کو پیدا کیا وہ خود جاہل ہے۔ جو لوگ مذہب کے سب سے بڑے مدعی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خالق کائنات عقل و علم و شعور تو رکھتا ہے۔ مگر اُن کو استعمال کرنے میں غلط اور صحیح ظلم و عدل کا پابند نہیں ہے۔ انسانوں کو ظلم کے بدلے میں جنت

دے سکتا ہے۔اور بے قصور انسانوں کو جہنم میں جھونک سکتا ہے۔مجتہد و مفتی کے غلط حکم اور فتویٰ پر بھی ثواب دیتا ہے۔اور جو مفتی یا مجتہد کا غلط حکم نہ مانے یا حکم میں غلطی پکڑے اسے جہنم کی سزا دے سکتا ہے۔ وہ ظالم اور مظلوم و قاتل اور مقتول دونوں کو جنت میں داخل کر سکتا ہے۔ وہ خود اپنے انتظام سے انسانوں سے گناہ اور جرائم کراتا ہے۔اور پھر اُن گناہگاروں اور مجرموں کو جہنم یا جنت میں بھیج سکتا ہے۔وہ ایسے لوگوں کو نبی بنا دیتا ہے جو غلط کار ہوں کائناتی علوم سے جاہل ہوں۔ اور اُس کے احکام اور تعلیمات کے سمجھنے اور سمجھانے میں غلطیاں کرنے والے ہوں۔جن پر انسانی جذبات اور میلانات کا غلبہ ہو سکتا ہو۔لہٰذا وہ تمام نبیوںؑ، رسولوںؑ اور اماموںؑ کو خاطی مانتے ہیں۔اپنے جیسے انسان یا ذرا بڑھے ہوئے انسان مانتے ہیں۔اُن سب سے بڑے مذہبی مدعیوں کے نزدیک یہ کرہ ارض ہی پوری کائنات ہے۔اور اللہ کی تعلیمات صرف انسانوں تک محدود ہیں۔اور نبیؐ یا رسولؑ یا امامؑ کا کرہ ہائے سماوی اور دیگر کائناتی علوم اور مخلوقات سے انبیاءؑ و رسلؑ و آئمہ علیھم السلام کا کوئی دینی تعلق نہیں ہوتا۔ اُن کے نزدیک یہ ایجادات و انکشافات دین سے کوئی رشتہ نہیں رکھتے۔ بلکہ بے دینی اور ابلیسی فریب میں مددگار ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان خدا کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح

ہے۔ اللہ نے جس کی تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا وہ ہو کر رہتا ہے۔ اصلاح حال میں انسانی کوششیں بے کار ہیں۔ جو کچھ انسان کرتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے ماتحت کرتا ہے۔ اس لئے قاتل بھی بے قصور ہے۔ اُسے برا نہ کہو۔ بلکہ اس کی بخشش کی امید کرو اور بخشش کی دعا مانگو۔ ظالم و غاصب کو بھی برا نہ کہو۔ قتل عام کرنے والوں کو بھی اجتہادی غلطی جنت میں لے جائے گی۔ اسی طرح بعض مذاہب کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خالق کائنات خود انسانوں کی صورت میں ظہور کرتا ہے۔ اِدھر انسان کو اپنی تعلیمات و فیوض و برکات سے نوازتا ہے اور اُدھر کائنات کا انتظام بھی سنبھالے رکھتا ہے۔ یعنی پہلے مذکور لوگوں نے نبیوں کو گھسیٹ کر انسانی سطح پر اتار لیا تھا۔ تو ان موخر الذکر حضرات نے خود اللہ کو نبیؐ یا نبیوںؑ کو اللہ کی سطح پر بلند کر دیا۔ کچھ با مذہب لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اللہ آسمان پر ہے۔ اُس کے ہاتھ پیر بھی ہیں۔ وہ عرش پر بیٹھتا ہے۔ کسی بھی انسان میں داخل ہو سکتا ہے۔ خواب میں اور مرنے کے بعد کی زندگی میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

2۔ قرآن اور احادیث کی رُو سے اللہ کی پوزیشن۔

ہم چاہتے تھے کہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث کی عبارات پوری پوری لکھتے جائیں لیکن قارئین کا تقاضہ یہ ہے کہ عربی عبارتوں کو چھوڑ کر ایسا مفہوم

لکھا جائے جس کا انکار نہ ہوسکے اور مذہب شیعہ اثنا عشریہ کے حقیقی، قدیم اور مسلّمہ عقائد کی فہرست بن جائے لہٰذا اہم مقصد کی اہمیت کوملحوظ رکھتے ہوئے نہایت مختصر مگر مکمل عقائد الشیعہ خیرالبریہ آپ کے سامنے پیش کریں گے۔اور جہاں ضروری ہوگا قرآن وحدیث کی عبارت بھی لکھیں گے ورنہ مفہوم اور حوالہ لکھنے پر اکتفاء کریں گےاور مشکل مقامات کی آسان وضاحت کرتے جائیں گےاور جہاں اشدضروری ہوگا مخالفین کے غلط فہمی اوراختلاف سے بھی مطلع کریں گےاور قارئین کو یہ بتا کر آگے بڑھیں گے کہ اللہ کی ذات پاک عقل وادراک وشعورانسانی کے دائرہ میں محدودنہیں ہوسکتی۔لہٰذا جو چیز انسانی قلب وذہن سمجھ سکتا ہے۔وہ ایک حقیقت تو ہوسکتی ہے۔مگر وہ اللہ کی ذات نہیں ہوسکتی۔لہٰذا اس مسئلہ میں اپنی عقل و بصیرت سے کوئی فیصلہ کرلینا اور اُس فیصلہ کو اللہ کی پوزیشن پر حرف آخر کہہ ڈالنا گمراہی کا ثبوت ہے۔اس لئے مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا اصول اس مسئلہ میں بھی یہ ہے جو کچھ محمدؐ وآل محمد علیھم السلام نے فرمایا ہوہم وہی اور اُسی قدر کہیں اور سمجھیں اور وہی کچھ دوسروں کو بتائیں۔اورقول معصومؑ سن کر یا پڑھ کر اُس میں اپنی بصیرت اور تجربے سے ہرگز چون و چرانہ کریں۔اس لئے کہ معصومؑ بیان کومن وعن تسلیم کرنا ایمان ہے۔اور اُس میں مین میخ نکالنا،موشگافی کرنا کفر حقیقی ہے۔

3۔ اللہ کی توحید و یکتائی

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اللہ کو واحد واَحد و یکتا تو سبھی مانتے اور کہتے ہیں۔ لیکن اُن صفات میں الجھ جاتے ہیں۔ جو انسانوں کو سمجھانے کے لئے انسانی زبان میں قرآن کریم یا دیگر الہامی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں۔ اس مشکل کو جناب مولائے کائنات علیہ السلام نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں حل فرما دیا ہے۔ کہ اللہ کے لئے اُن تمام صفات کا انکار کرنا لازم و واجب ہے جو اللہ کی پوزیشن کو محدود اور قابل فہم بناتی ہوں۔ جن سے وہ دائرہ امکان میں آجاتا ہو۔ یا کسی خاص حالت یا جگہ میں پایا جانا ثابت ہوتا ہو۔ یا اُس کی حالت میں تغیر یا تبدیلی پیدا ہوتی ہو۔ یا ناپ تول اور حساب کے پیمانوں کی زد میں آتا ہو۔ جن صفات سے مخلوق کی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ وہ ہرگز اللہ کے لئے تجویز نہیں کی جاسکتیں۔ الفاظ اور صفات کے وسیلوں سے اللہ کی پوزیشن بیان نہیں کی جاسکتی۔ جب ہمیں یہ یقین ہوگیا کہ اس کائنات اور کائنات میں موجود تمام ظاہر و پوشیدہ موجودات کا خالق اللہ ہے۔ مثلاً انسانوں کا خالق اللہ ہے تو یہ انسان جن چیزوں سے مل کر انسان بنا ہے۔ اُن سب کا خالق بھی اللہ ہے۔ یعنی انسانوں کی عقل کا خالق بھی اللہ ہے۔ شعور ادراک کا خالق بھی اللہ ہے۔ انسانوں کے علم کا خالق بھی اللہ ہے

ارادہ کا خالق بھی وہی ہے ۔ زندگی اور موت بھی اُسی نے پیدا کی ہے سماعت وبصارت کا خالق بھی اللہ ہی ہے ۔قلوب واذہان اورفہم وعرفان کا بھی اللہ ہی خالق ہے۔انسانوں کی قوت واستطاعت وقدرت کا خالق بھی اور کوئی نہیں ہے اللہ ہے۔لہٰذا وہ بصیراس لئے ہے کہ بصارت کا خالق ہے وہ رحیم ورحمٰن اس لئے ہے کہ رحم ورحمانیت کا خالق ہے ۔اس قسم کی تمام صفات کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب اُس کی ذات پاک میں مستقل قدرت کی صورت میں موجود ہیں ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ،قدرت وعلم،اورحیات وارادہ،اورقدامت وابدیّت اور عدالت واختیاروغیرہ کا مرکب ہے۔مطلب صرف اس قدر ہے۔کہ اللہ میں کسی عیب یانقص یامحتاجگی کا تصور نہ کیا جاسکے۔اوراُسے اِن سب چیزوں پرقادر مانا جائے۔وہ اس لئے **عالم و علیم و اَعْلَمُ** کہلایا کہ اس نے علم اور علما کو پیدا کیا۔اگرعلم کواللہ کی ذات مان لیا جائے تو یہ الجھن پیدا ہوگی کہ جب علم مخلوق کو دیا گیا تو اللہ کی ذات کا تقسیم ہونا ممکن مان لیا جائے گا اور جتنا علم مخلوق کو ملے گا اتنی کمی اللہ میں ہوجانا محسوس کی جائے گی حالانکہ وہاں کمی اور خامی کا تصور تک باطل ہے۔لہٰذا اللہ علم کا خالق ہے۔علم کو جانتا ہے۔اس کے فوائد پر مطلع ہے اورمخلوق کے استفادہ کے لئے علم پیدا کیا جو کبھی ختم یا کم ہونے والانہیں ہے۔ وہ ان معنی

میں رازق ورزاق ہے کہ اُس نے رزق اور رازق پیدا کیئے ہیں ۔ وہ اس بنا پر عادل ہے کہ اس نے عدالت اور عدالت کرنے والوں کو پیدا کیا۔ وہ اس لئے خالق ہے کہ اُس نے پوری کائنات کو پیدا کیا اور مخلوق میں قوتِ تخلیق پیدا کی ۔ وہ ایسا خالق نہیں جسے کارِ تخلیق میں کسی چیز کی احتیاج ہو یا کسی دوسرے خالق کی مدد درکار ہو۔ وہ ایسا عالم وقادر ورازق وخالق ہے کہ اس کے علم وقدرت ورزق و خلق میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اس کا پیدا کردہ علم وقدرت ورزق وخلق موجود نہ ہوتو نہ کوئی عالم بن سکتا ہے۔ نہ کسی چیز پر قدرت پا سکتا ہے۔ نہ خود رزق حاصل کرسکتا ہے نہ کسی اور کو رزق دے سکتا ہے۔ نہ خود باقی رہ سکتا ہے نہ کوئی چیز پیدا کرسکتا ہے۔ تمام مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ وہ جب چاہے اور جس سے چاہے تمام عطا شدہ قوت وقدرت وعلم وحیات واختیار وارادہ چھین سکتا ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء کے خواص تاثیرات کو فنا کرسکتا ہے۔ تبدیل کرسکتا ہے۔ وہ اس لئے متکلم یعنی کلام کرنے والا نہیں ہے کہ اس کے دو ہونٹ ہیں یا منہ ہے یہاں اُسے اس لئے متکلم کہہ دیا گیا ہے کہ اس نے کلام کو پیدا کیا اور متکلم پیدا کیئے۔ بات وہی ہے کہ اللہ کی ذات یا پوزیشن بیان کرنے کیلئے نہ ہماری زبانوں کے الفاظ ساتھ دیتے ہیں۔ نہ ہماری عقل وبصیرت اللہ کی ذات تک رسائی رکھتی ہے۔ ہماری اس

مجبوری کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ رعایت دی گئی ہے۔کہ ہم اللہ کو ان الفاظ سے یاد کرلیا کریں جو قرآن کریم اور احادیث معصومین علیھم السلام میں اللہ کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ خدا کو اُن الفاظ کے ڈھکن سے ڈھک کر ابلیسی یا ڈھکوی اجتہاد کی ہنڈیا نہ چڑھائی جائے۔تاکہ جب وہی الفاظ یا صفات انسانوں کے لئے قرآن یا حدیث میں استعمال ہوں تو اللہ اور بندوں میں، خالق ومخلوق میں امتیاز باقی رہے۔اور الفاظ کے ہم معنی ہونے سے غلط تصور قائم نہ ہو سکے۔اور اللہ کے رحیم ہونے اور مخلوق کے رحیم ہونے کا فرق نظروں کے سامنے رہے۔مخلوق کا کریم وحکیم وخالق ورازق ہونا اللہ کے عطا کردہ علم وقدرت واختیار کے ماتحت رکھا جائے۔اس لئے کہ مخلوق کے پاس ہر چیز عطیہ خداوندی ہے ذاتی نہیں جب ہم یہ کہتے ہیں یا کہیں لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ:

فلاں شخص فلاں چیز کا میکر (Maker) ہے۔یا پروڈیوسر (Producer) ہے یا ڈیزائنر (Designer) ہے۔یا اورِجنیٹر (Originator) ہے۔تو ہم عربی زبان میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص چیز کا خالق ہے۔یا موجد ہے۔یا بدیع ہے یا مبدی ہے۔اور یہ چاروں صفات قرآن کریم نے اللہ کے لئے بیان کی ہیں اور انسانوں کے لئے بلکہ کافروں کے لئے یہ چاروں لفظ روزانہ دنیا میں کروڑوں

مرتبہ بولے جاتے ہیں۔خود عرب بھی یہ الفاظ کافروں کے حق میں روزمرہ بولتے ہیں۔مگر دشمنیِ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی حد یہ ہے کہ جب اُن میں سے کوئی لفظ اُن حضراتؐ کے لئے بول دیا جاتا ہے تو ڈھکوا اینڈ کمپنی کو بخار چڑھ جاتا ہے۔کفرونفاق کا دورہ پڑ جاتا ہے۔اور واضح حقائق اور امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر شرک و بدعت والحاد کی گندگی اگلنے لگتے ہیں۔اور نہیں سوچتے کہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو رؤف کہا رحیم قرار دیا تو کیا وہ حضراتؐ اللہ کے برابر یا رؤفی اور رحیمی میں اللہ کے شریک بنا دیئے گئے؟ اور کیا یہ اللہ نے خود اعلانِ شرک کر دیا ہے؟ لعنۃ اللّٰہ عَلی المشرکین۔

(الف) اللہ کے ناموں میں شرکت جائز ہے۔

انسانوں کے قلوب واذہان میں وہی چیزیں آسکتی ہیں جو خود اُن سے متعلق ہیں۔اور چونکہ انبیا وآئمہ علیھم السلام نے انسانوں کے اندر اللہ کی قدر منزلت قائم کرنا تھی۔لہٰذا یہی الفاظ بولنا ضروری تھے جو انسان بولتے ہیں سنتے ہیں لہٰذا اُن سے یہ کہنا پڑا کہ اللہ بولتا ہے۔سنتا ہے۔کہتا ہے۔چنانچہ اُن مشکلات اور تصورات کو احادیث میں بڑی تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا نام عالم اس لئے رکھا گیا ہے۔کہ وہ کسی چیز کے ناواقف

و جاہل نہیں ہے۔ چنانچہ خالق اور مخلوق نام کی صورت میں دونوں عالِم کہلاتے ہیں۔لیکن معنوی اور حقیقی حالت میں دونوں مختلف ہیں۔یعنی انسان ایک وقت جاہل مطلق تھا۔پھر علم حاصل ہوا جو بڑھتا اور گھٹتا جا سکتا ہے اور قطعاً فنا ہو سکتا ہے۔ اور انسان کبھی ویسا عالم نہیں بن سکتا۔جیسا کہ اللہ عالم ہے۔ پھر ہم اپنے پالنے والے کو سمیع یعنی سننے والا بھی کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ بھی ہماری طرح سے کانوں کے سوراخوں کے ذریعہ سے سنتا ہے۔ہماری طرح کانوں سے سنتا تو ہے مگر کانوں سے دیکھ نہیں سکتا۔یہ ہماری مجبوری کہ ہم کانوں سے سنتے ہیں لیکن کان کے ذریعہ دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے۔اللہ نہ کان رکھتا ہے نہ کانوں سے سنتا ہے اور کوئی آواز ایسی نہیں ہے جو اُس سے چھپی رہ جائے۔ چنانچہ میں بتاتا ہوں کہ اللہ ہمارے رکھے ہوئے ناموں کی حدود میں محدود نہیں ہے۔اس کے سننے اور دیکھنے کے آلات ہمارے کانوں اور آنکھوں کی طرح نہیں ہیں۔لہٰذا نام کی صورت میں انسان اللہ کے ساتھ شریک ہیں۔مگر معنوی اور حقیقی حالت میں اختلاف ہے۔یعنی ہماری سماعت و بصارت عطیہ خداوندی ہے اور ہماری یہ قوتیں گھٹنے بڑھنے اور فنا ہو جانے والی ہیں۔اور ہم ایک خاص حد تک دیکھ اور سن سکتے ہیں۔یہی حال ہمارے اور اللہ کے بصیر ہونے میں ہے۔اسی طرح قائم اور قیوم کا

فرق اور شرکت ہے۔ یوں ہی خبیر ولطیف وظاہر و باطن وقاہر اور باقی تمام ناموں کے فرق اور شرکت کا حال ہے۔'' (اصول کافی کتاب توحید۔)

انما سمی اللّٰه عالما لا نه لا یجهل شیئا. فقد جمع الخالق والمخلوق اسم العالم واختلف المعنی علی مارایت وسمی ربنا سمیعا الا بخرت فیه یسمع به الصوت ولا یبصر به کما ان خرتنا الذی به نسمع لا نقوی به علی البصر ولکنه اخبرانه لایخفی علیه شیء من الاصوات ،لیس علی حد ما سمینا نحن ،فقد جمعنا الاسم بالسمع واختلف المعنی وهکذ البصر ۔الخ۔

(ب) یہاں قارئین کرام یہ نوٹ فرما لیں کہ اللہ کے سوا اللہ کے باقی تمام ناموں میں انسان کی شرکت فطری ودینی ضرورت ہے۔ تاکہ انسانوں کو شعور واحساس کے ساتھ اللہ سے وابستہ کیا جاسکے اور وہ اپنے جذبات کی روشنی میں خود اپنی ضروریات واحساسات سے متاثر ہوکر اللہ سے والہانہ وابستگی اختیار کرسکے۔ مثلاً انسانوں میں جذبہ محبت ہے۔ وہ محبت کی لذت سے آشنا ہیں۔ انہیں یہ کہنا کہ تم اللہ سے محبت کرو اُن کو سمجھ میں آئے گا۔ اور وہ نہایت ادب واحترام کے جذبات سے لبریز ہوکر اللہ کے لئے اپنی جان تک قربان کردینے کو تیار ہوجائیں گے۔

مزید ہدایات سے اُن کی محبت کا رخ صحیح سمت میں بڑھایا جاتا رہیگا۔ یعنی اُن سے ایک منزل میں یہ بھی کہہ دینا مفید ہوگا کہ اگر تم سچ مچ اللہ ہی سے محبت کرتے ہو اور اُس محبت میں دوسرے میلانات یا اتفاقی جذباتی رجحانات نہیں ہیں تو تم میرے (نبیؐ کے) قدم بقدم چلو تو اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا ورنہ نہیں (آل عمران 3/31)

(ج) **اللہ کے سوا ہر وہ ہستی جس کا کوئی نام یا صفت ہو مخلوق ہے۔**

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لفظ اللہ بھی اللہ نہیں ہے بلکہ اللہ کی ذات کو ظاہر کرنے کے لئے ایک نام ہے۔ اور ہر وہ چیز جس کو زبان یا ہاتھ کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے۔ سوائے اللہ کے۔ کیونکہ خدا اپنے ناموں سے پکارا تو جاتا ہے۔ مگر اللہ اور ہے اُس کے نام اُس سے الگ ہیں''

یہ بھی فرمایا کہ ''جس نے لفظ اللہ کی عبادت کی اور معنی کو چھوڑ دیا وہ کافر ہو گیا۔ اور جس نے لفظ اللہ کے ساتھ اللہ کے معنی کو ملا کر عبادت کی اُس نے شرک اختیار کر لیا اس لئے کہ اُس نے ایک کے بجائے دو کی پوجا کی۔ اور جس نے لفظ اللہ کو چھوڑ کر صرف معنی کی عبادت کی یہ خالص توحید ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے لئے

ننانوے (99) نام ہیں۔ اگر اُن میں سے ہر نام کو خدا سمجھ لیا جائے تو پھر ننانوے خدا ہو جائیں گے۔ حالانکہ خدا تو ایک ہی ہے۔ یہ تمام نام خدا کی طرف راہنمائی تو کرتے ہیں۔ مگر یہ سب غیر خدا ہیں۔ اے ہشام ایک وہ چیز ہے جسے کھاتے ہیں۔ اور ایک اُس کا نام ہے یعنی روٹی ایک پینے کی چیز ہے جسے پانی کہتے ہیں۔ ایک پہننے کی چیز ہے۔ اس کا نام کپڑا ہے۔ یہ تینوں نام نہ کھائے جاسکتے ہیں نہ پہنے جاسکتے نہ پینے کے کام میں آسکتے ہیں۔ لہٰذا حقیقی چیزیں وہ ہیں جن کے یہ نام ہیں۔ لفظ آگ جلا نہیں سکتا لیکن جلانے والی چیز واقعی جلا سکتی ہے۔ اے ہشام اس گفتگو کو خوب سمجھ لے۔ اب تم ہمارے دشمنوں کے اعتراضات کو دفع کر سکتے ہو۔ خدا کے سوا غیر کو معبود بنانے والوں کو راہ حق دکھا سکتے ہو۔ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا! خدا تم کو ان دلائل سے نفع پہنچائے اور ہر معرکہ میں تمہیں ثابت قدم رکھے۔ ہشام نے کہا واللہ اس کے بعد مسئلہ توحید میں کوئی مجھ پر غالب نہ آیا اور میں اپنے مقام پر ثابت قدم رہا (الشافی صفحہ 172)

علمائے شیعہ اور معصومینؑ کے بنیادی عقائد

پوری نوع انسان دن رات اور ہر لمحہ ہدایات وراہنمائی کی احتیاج رکھتی ہے۔ یہ ہمہ گیر ولامحدود راہنمائی وہدایات بروقت وقبل از وقت فراہم نہ ہوں۔ تو

ذمہ داری اُس ہستی کی ہے جس نے محتاج واحتیاج ہدایت کا یہ کارخانہ حیات ایجاد کیا ہے۔اور اُس ہستی کا موزوں ترین نام اللہ ہے مختلف ذرائع سے یہ ثابت ومسلّم ہے۔کہ اس عالم ہست و بود میں دو اہم ترین وجود ہیں۔ایک کو عام فہم اور ڈھیلی زبان میں خالق اور دوسری کو مخلوق کہا جاتا ہے۔پھر مخلوق میں بھی دو طرح کی مخلوق دیکھی جاتی ہیں۔ایک استعمال کنندہ اور دوسری مستعمل۔ہمارے نزدیک انسان وہ مخلوق ہے جو کائنات اور کائنات کی ہر چیز کو استعمال کرتا ہے۔لہٰذا کائنات کی ہر چیز کا نام جاننے یا خود متعین کرنے کی ضرورت ہے۔سب کو ایک دوسری سے تمیز کر کے مشخّص کرنے کی احتیاج ہے۔اس تشخّص کے لئے تمام اشیاء کی کیفیات اور ماہیات کی الگ الگ تفصیلات مرتب و مدون رہنے کی بھی احتیاج ہے۔تاکہ خلط وخبط ممکن نہ رہے۔اُن تمام اشیاء کے داخلی وخارجی خواص اور اُن خصوصیات کو مفید ترین اور موزوں صورت میں استعمال کے مواقع وطریقے جاننے کا تقاضہ ہے۔اُن میں درجہ بندی، اُن کے بروقت یا قبل از وقت حاصل کرنے اور فراہم رکھنے کا اانتظام لازم ہے۔تمام متراجم ومتبائین ومتضاد عناصر ومرکبات اور مزاحمت وتباین وتضاد پیدا ہو جانے کی صورتیں وحالات پر مطلع رہنا اور نقصان وخسارہ اور خطرات سے حفاظت لازم ہے۔پھر خود انسان کی داخلی

وخارجی ماہیت وکیفیت اورضروریات کو کائنات سے مربوط کرنے اور ربط قرار رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔انسانوں میں بھی آپس کا ربط،اور نظام استفادہ و استغنا ضروری ہے۔مختلف کرہ ہائے ارضی وسماوی کی بنا پر انسانی ساخت و پرداخت پر فطری تاثیر سے پیدا ہونے والے مختلف انسانی طبقات ومزاج و حالات پر مفید وترقی پذیر رکھنے والا تسلط وتدارک معلوم ہونا ضروری ہے۔ہر شخص کواُس کی فطری مکانی وزمانی احتیاج سے مستغنی رکھنے کا انتظام واجب ہے۔ تجربات وتحقیقات میں انحراف وغلطی وغلط فہمی اورلغزش وخطا کو ہر سطح پر روکنے کا سہل الحصول نظام قائم رہنا فرض ہے۔تاکہ انسانی غلطیاں اور انحراف ارتقائی زینہ بن جائیں۔یہاں تک کائنات کا ذرہ ذرہ برمحل استعمال ہوکر انسان کواُس مرکزی مقصدوترقی تک پہنچادے جسے سامنے رکھ کر اللہ نے کن فیکون فرمایا تھا۔ اورانسان کوکن فیکون کا اختیار عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

کائنات کے پروردہ انسان کا تصورِ کائنات۔

ہم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک جو شخص بھی پیدا ہوکر سنِ شعور تک پہنچا۔اُس نے اپنے چاروں طرف اوراوپر نیچے،اندر باہر حدِ نگاہ تک حواس کی رسائی تک کائنات کو پہلے سے موجود دیکھا۔اپنے اور کائنات کی دیگر

موجودات کے متعلق جس قدر ہو سکا معلومات حاصل کیں، فائدہ اٹھایا دوسروں کو بتایا۔ اور ہر شخص کو یہ یقین رہا کہ اُس نے کائنات کو پیدا نہیں کیا۔ وہ کائنات کی کسی بھی چیز کو برقرار رکھنے والا نہیں ہے۔ بلکہ کائناتی سامان خود اُس کی اپنی پیدائشی پرورش اور بقا میں ممد و معاون ہے۔ کائنات نہ ہو تو وہ فنا ہو جائے۔ اور وہم ہی میں نہ آئے۔ ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے آدمی کی کائنات کا حجم یا سائز برابر نہ تھا۔ بعض کی کائنات چند خاندانوں اور دیہات یا شہروں تک محدود تھی۔ بعض کی کائنات میں چند شہر و ممالک بھی شامل تھے اور بعض چند براعظموں اور سمندروں سے بھی آگاہ تھے۔ اُن میں سے بعض کی باتیں اور معلومات دوسروں کو حیرانیوں اور تمناؤں میں ڈھکیل دیتی تھیں۔ بعض بعض کو پاگل اور مخبوط الحواس کہہ ڈالتے تھے۔ بعض کو بعض اطلاعات پر سزا دی جاتی تھی۔ فضاؤں میں وہ نظارہ محفوظ ہے جب ایک بزرگ ایک مقدس راہنمائے مذہب، ایک موت و زیست کا اختیار رکھنے والا حاکم فرما رہا تھا کہ:

"کتاب مقدس کہتی ہے کہ زمین قائم ہے۔ اور سورج مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کرتا ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ سورج اپنی جگہ قائم ہے۔ اور زمین سورج کے چاروں طرف گھومتی ہے تو خدا کے نظام اور اُس کی

کتاب کی تکذیب کرتا ہے اور کفر سے توبہ کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔لہٰذا مجھ پر واجب ہے کہ میں نوع انسان کو تیرے اس فتنہ سے محفوظ رکھوں۔ چنانچہ میں تمہیں قتل کرنے اور آگ میں جلاڈالنے کا مقدس حکم سناتا ہوں۔تاکہ یہ زمین تمہارے ناپاک وجود سے پاک ہوجائے حکم ختم ہوا تعمیل کی جائے۔''

ذرا دیر میں وہ کافر شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ مذہب اور اہل مذہب نے چین کا سانس لیا۔عقیدت خداوندی کے ساتھ عبرت ناک آیات کی تلاوت ہوئی۔سجدہ شکرادا کیا گیا۔آسمان کی آنکھوں نے مذہب کی حقانیت کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں ایسے بہت سے نظارے دیکھے ہیں۔ بقرعید کا دن ہے۔قرآن کے حکم کے مطابق مسلمان قرینے سے کھڑے ہیں (سورہ نور 24/2)خلیفۃ المسلمین نے ایک تاریخی مخالف مگر نمازی پرہیزگاری اور تہجد گذار مسلمان کو مجمع عام میں ذبح کر دیا۔اور یوں اسلام کی لاج رکھ لی۔حضرت آدمؑ سے لے کر ابھی چند روز پہلے تک ناموس اسلام بچانے کے لئے مجمعِ عام میں مجرم لوگ بکروں اور دنبوں کی طرح ذبح کئے جاتے رہے۔بہرحال یہ عرض کرنا ہے۔اگر آج کے کسی غیر مسلم کائنات کے عالم شخص کی باتیں گیارھویں یا بارھویں یا کسی بھی صدی ہجری کے خلیفۃ المسلمین یا عالم دین کو سنائی جاسکیں تو یقین کیجئے کہ نہایت اطمینان قلب وشرح

صدر کے ساتھ اُس شخص کا کافر وملحد ومشرک قرار دے کر، قرآن کی آیات پڑھ کر قتل کر کے اسلام کی خدمت کی جائے گی۔ اس کائنات سے واقف عالم نے یہ بھی بتا دیا تھا۔ کہ اگر جناب سلمانؓ کا کائنات تصور جناب ابوذرؓ کو معلوم ہو جائے تو وہ جناب سلمانؓ پر واجب القتل ہو جانے کا فتویٰ دے کر انہیں قتل کرنے والے کے لئے دعا خیر کریں گے۔ قارئین سوچیں کہ جناب محمد حسین اور اُن کے ہم خیال وہم مسلک وہم علم سابقہ مجتہدین اگر کائنات اور خالقِ کائنات کے اُس تصور کو تسلیم نہ کریں جو محمدؐ وآل محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ نے پیش کیا ہے۔ تو اُن کی کیا خطا ہے؟ اگر وہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی مثال کو سامنے رکھ کر کسی سلمانؓ نما شیعہ عالم یا علما کو صرف غالی یا مفوضہ یا شیخی یا مشرک وکافر کہہ کر، اور چند لعنتوں ملامتوں کے بعد چپ ہو جائیں تو اُن کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اور ساتھ ہی اُس تحریک کا مرھون منت رہنا اور اُس سے تعاون کرنا چاہیے جس نے نظام اجتہاد کے ہاتھ سے اقتدار وتلوار چھین کر انہیں غیر مسلح (Disarmed) کر دیا ہے۔ ورنہ ہر روز آنکھیں وہی نظارے دیکھتیں جو تاریخ کے دامن میں سیاہ داغ بن کر چمک رہے ہیں۔ اور جن وانس وملائکہ اور خود اللہ تعالیٰ اُن خونخوار درندوں پر لعنت کر رہے ہیں۔ (بقرہ 2/159-161)

تصورِ تخلیق کائنات اور انتظام و ناظمِ کائنات ۔

تخلیق کائنات پر کوئی تصور اور کوئی فیصلہ اُس وقت تک ہماری عقل قبول نہیں کر سکتی جب تک وہ تصور یا فیصلہ کرنے والا شخص تخلیق کائنات کے پہلے سے موجود نہ ہو۔ اور تخلیق کے بعد کے پروگرام پر مطلع اور کائنات کی تمام سعتوں پر محیط نہ ہو۔ اور ہر لمحہ ترقی و ارتقا کرتی چلی آنے والی تخلیقی اسکیم کے ساتھ ساتھ نہ رہا ہو۔ اور ساتھ ساتھ بھی بطور تماشائی کے نہ رہا ہو۔ ورنہ تخلیق کا اور مخلوق کا باطن اُس سے پوشیدہ اور مخفی رہ جائے گا۔ بلکہ وہ تمام تخلیقی کروٹوں اور ہر شے کے رگ و ریشہ اور اجزا یعنی ماہیات و کیفیات پر سند ہو۔ ہر شے کو اُس یقین سے بیان کرے جو کسی شے کو حواس خمسہ سے محسوس کر کے پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمیں اسی طرح اور اُن ہی ذرائع سے سمجھائے اور یقین دلائے۔ جس طرح سمجھانے اور جن ذرائع سے یقین اور سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور آخری بات یہ کہ اُسے بھول چوک اور غلطی و غلط فہمی عارض نہ ہوتی ہو۔ ورنہ اس کے بیان میں غلطی کا امکان موجود رہے گا۔

2۔ چنانچہ عقل کا اطمینان ہو چکا ہے۔ کہ اللہ اپنے علم و قدرت کی بنا پر تمام نقائص و عیوب و احتیاج سے پاک و منزہ ہے۔ اور غلطی، خامیاں قصور و خطائیں اور لغزش

کوتاھیوں اور بھول چوک علم وقدرت کے فقدان سے ظہور میں آتے ہیں۔اور یہ سب نقائض وعیوب احتیاج میں شامل ہیں۔لہٰذا اللہ اُن سے پاک ومنزہ ہے۔ خالق حق وعلم وقدرت کا یعنی اللہ کا ہر فعل اور ہر قول حق محض اور عصمت مطلق ہونا چاہیے۔لہٰذا اس کا قول یعنی قرآن حق محض ہے۔اور اُس کا فعل یعنی کائنات اور خصوصاً سرؐور کائنات مجسمہ حق محض وعصمت مطلق ہیں۔ جو کہ اللہ کے اولین افعال ہیں۔اور ترتیب کی حیثیت سے اللہ نے کون ومکان وعرش وکرسی کے تعین سے کہیں پہلے بہت پہلے نور محمدؐی کو پیدا کیا تھا۔یعنی اُس نور سے عرصہ امکان کو منور ومحیط کر دیا تھا۔اور اپنے انوارِ قدس میں لپیٹ کر اُسے اپنے علم وقدرت وعظمت وصفات کے ظہور کا محسوس ومشہود مجسمہ بنا دیا تھا۔اور یوں اُسے اپنے تعارف کے لئے آگے بڑھا دیا تھا۔اپنے تعارف سے متعلق تمام سامان مثلاً عقل وایمان وادراک وعلم ولوح وقلم کا تعین شروع کیا تاکہ وہ مجسمۂ انسانیت یا وہ مخصوص انسان کائنات کے تمام احوال ووقائع کا علم حاصل کرتا چلا جائے (**علم الانسان مالم یعلم** (علق 96/5)اور ہر چیز کی تخلیق پر بصیر ونذیر وشھید ومفید بنا رہے (نجم 53/56)اور پوری کائنات سے متنبہ رہ کر تنبیہ کرنے والا بن جائے (فرقان 25/1)اور ہر شے میں بطور نور داخل رہ کر جبلی ہدایت کی صورت

اختیار کرلے (طٰہٰ 20/50) اور گم ہو جانے کے بجائے اپنا مقام متعین رکھے (ضحیٰ 93/7) مقدار بھر ہدایت کرتا رہے۔ (اعلیٰ 87/2) اور اُن کے لئے صفات خداوندی کو جذب کرنے میں وسیلہ بنے اور رحمت کہلائے (انبیاء 21/107) تخلیق کائنات کے تمام مدارج پر شاہد رہے (کہف 18/51) سب سے پہلا مسلمؑ اور اللہ کی حقیقی پوزیشن کو تسلیم کرانے والا بنے (زمر 39/12) اولین عبادت گزار اور عبادت کا نمائندہ قرار پائے۔ (زخرف 43/81) کائنات کی ہر مخلوق کے لئے اللہ کی عبادت سکھائے (نور 24/41 حدید 57/1) انہیں اسلام سکھائے (عمران 3/83)

3۔ اللہ کے اُسی نور مجسم سے تخلیق کائنات جاری رہی مشیت وارادہ خداوندی ظہور کرتے چلے گئے۔ ارتقاءِ نے اپنا رخ متعین کیا۔ کسی مرحلہ میں معصوم ملائکہ عالم وجود میں آنے کے لئے مجبور ہوئے۔ کہیں جا کر جنات کو وجود آزادی ملی۔ ارواح نے اپنا مقام سنبھالا۔ ملائکہ مصروف کار ہوئے مسلسل اور بلافصل تکوین جاری رہی۔ یہاں تک وہ منزل آگئی۔ جہاں اللہ نے ادارۂ نبوت وخلافت الٰہیہ کا اعلان کرنا تھا۔ چنانچہ ایک ناقابل شمار مدت میں، اور عقل و وہم و بیان سے ارفع واعلیٰ قوانینِ تخلیق کو مجتمع فرمایا۔ اور اُس مجسمۂ انوار وعلم وقدرت کو، اُس

ھادی و نذیر و رحمۃ العالمین کو ایک گوشت و پوست واعضا و جوارح رکھنے والے قالب میں سمو دینے کا سروسامان کیا۔ تاکہ وہ باعث تخلیقِ کائنات، وہ سامان حیات و قیامِ موجودات، وہ سبب عبادت و تسبیحات اپنے کائناتی پھیلاؤ سے سمٹنا سیکھے اور اپنے مقام بلند سے نیچے اتر کر ایک مخصوص عبادت گذار مخلوق کی تخلیق واصلاح و ہدایت میں اللہ کے دو ہاتھ بن جائے۔ (ص 38/78) اعلان ہوا (بقرہ 2/30) رسمِ جانشینی خداوندی کی تیاری ہوئی۔ وسائط و وسائلِ خداوندی صف بستہ ہوئے (ص 71-38/72) خلاصہ انوار الٰہی نے روحانی حیثیت سے حضرت آدمؑ میں نزول اجلال فرمایا۔ اُدھر بلندی اور مقامِ رفیع پر صدر نشین رہا (ص 38/75)۔ خلیفۃ الارض نے حیات و حرکت وارادہ وقدرت وفہم و فراست کے قدم رنجہ فرماتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ اور دیکھا کہ ملائکہ سجدہ تعظیمی بجالا رہے ہیں۔ (ص38/73)

4۔ یہی وقت تھا۔ جب ایک عابد وزاہد و مطیع فرمانبردار اور کروڑ ھا سجدے کر چکنے والی ایک مخلوق نے حضرت آدمؑ کے اندر نہ معلوم کیا کیا دیکھ لیا؟ کہ اُس کی حالت میں انقلاب شروع ہوا۔ اُس پر ایک رنگ آرہا تھا۔ تو دوسرا رنگ جا رہا تھا۔ کبھی وہ اغوا اور مغالطہ سے دوچار ہوتا (اعراف 7/16) کبھی غیر خدا کو سجدہ کا حکم اُسے

غلطی و امتحان وفریب میں مبتلا کر دیتا اور قانونِ شکنی کی طرف بڑھتا (کہف 18/80) کہیں اس نے لغزش اور کوتاہیاں برآمد ہو رہی تھیں ۔کہیں عقل وشعور مکر و کید میں سمجھوتہ ہو رہا تھا۔کہیں فرمانبرداری کے نقائص سامنے آرہے تھے۔ بلا سوچے سمجھے اور جائز و ناجائز حکم کی تعمیل پر ملائکہ حقیر معلوم ہو رہے تھے۔اپنے حقیقی توحید پرست ہونے ،اور غیر خدا کو یعنی نبیؐ کو بھی سجدہ نہ کر کے شرک سے محفوظ رہنے پر فخر سے سر بلند کر لیا تھا اور نبیؐ و جانشین خدا کو غیر سمجھ کر شرک سے بچتے بچتے کافر ہو گیا تھا (بقر 2/34)

5۔القصہ جتنی دیر میں ادارہ نبوۃ کی تعظیم وتکریم کے واجبات ادا ہوئے یہ مخلوق اپنے اجتہاد کے نتیجے میں تمام خامیوں ،خرابیوں ،فتنہ وفساد وظلم وشر ومکر و کید کا مجسمہِ اور نمایندہ بن کر ابلیس کا لقب حاصل کر چکا تھا۔اُس سے کہا گیا کہ اے میری رحمت سے مایوس ابلیس ترے سامنے وہ کون سی رکاوٹ آئی جس کی بنا پر تو نے اُس ہستی کو سجدہ نہ کیا جسے میرے دونوں ہاتھوں (یدؐ اللہ) نے بنایا تھا۔کیا تو نے خود کو آدمؑ سے بڑا (کبیر) سمجھا یا تو اپنے اجتہاد میں اُس گروہ عالیِ مرتّب کا ممبر ہے۔جو سجدہ پر مامور نہ تھا (ص 38/78)

6۔ابلیس نے واضح الفاظ میں بتایا۔کہ جن بنیادوں پر تو نے مجھے اغوا ہو جانے کا

موقعہ فراہم کیا اور میں بہک گیا۔ اگر میں مہلت پاؤں تو تجھے دکھاوں گا کہ اولادِ آدمؑ کے روبرو اگر میں بھی اُن ہی بنیادوں پر وہی مواقع فراہم کردوں تو وہ سب گمراہ اور اغوا ہو جائیں گے (اعراف 7/16) (ص 38/82) اس حادثہ کے وقت اور آخر تک ابلیس خالص توحید پرست تھا وہ اللہ کے ساتھ خود اللہ کے حکم کے باوجود، نبیؑ کو بھی شریک نہ کرتا تھا۔ وہ اللہ کی عظمت کا محافظ تھا۔ اللہ کی عزت کی قسم کھاتا تھا (ص 38/82) اور خدا کی عزت کے تحفظ کی بنا پر نوع انسان کو اغوا کرکے بھی خالص توحید پر قائم کردینا گناہ سمجھتا تھا (ص 38/82)۔ حالانکہ اُس نے قبل از وقت قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ایک قلیل جماعت کو گمراہ نہ کرسکنے اور کثرت الناس کو خالص توحید پر لگا دینے کا اعلان کردیا تھا (ص 38/82-83) مگر نہ تو اللہ نے یہ اعتراض کیا کہ تجھے قیامت تک کے تمام انسانوں کا حال کیسے معلوم ہوا؟ اور نہ اس کی پرواہ کی کہ سوائے چند لوگوں کے اللہ کی مطلوبہ توحید کوئی بھی اختیار نہ کرے گا۔ بلکہ کثرت الناس انبیاءؑ کو نہ وہ عظمت دے گی جو اللہ نے دی ہے۔ اور کارہائے خداوندی میں ہرگز انبیاؑ کو شریک نہ کریں گے۔ اس کے برعکس یہ فرما دیا کہ توحید پرستی میں تیری پیروی کرنے والی پوری کثرت الناس کو اور تجھے بھی جہنم واصل کردوں گا (ص 38/85)۔ اور جہنم

کو ایسے توحید پرستوں سے اٹا کٹ بھر دونگا۔اور چند ایسے توحید پرستوں پر رضامند رھوں گا جو میرے انبیاؑ ءکو مجھ سے الگ نہ کریں بلکہ انہیں میرا حقیقی معنی میں نمائندہ سمجھیں۔

تخلیق کائنات پر معصومؑ ارشادات۔

ذات واجب الوجود پر جو تصورات انسانوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔وہ سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔کہ ذات باری تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہونا چاہیے۔جس میں کوئی نقص کوئی عیب اور کوئی احتیاج نہ ہو۔اور یہ کہ کائنات اور یہاں کی موجودات میں جو کچھ بھی موجود ہے۔وہ سب عطیہ خداوندی ہے۔اور ہر وہ چیز جو حواس و عقل و وہم و قیاس میں وجدان کے دائرہ میں آسکتی ہے۔اللہ کی مخلوق ہے۔اللہ کی ذات کو بیان کرنے کے لئے کسی زبان کوئی ایسا لفظ یا الفاظ موجود نہیں جو اللہ کی حقیقی ماہیت و کیفیت کا تعین کر سکے۔ہر وہ چیز جو تصور و تعقل کے بعد قلب و ذہن میں آسکتی ہے۔وہ ہرگز اللہ نہیں ہوسکتا۔وہ یقیناً مخلوق ہوتی ہے۔لہٰذا اللہ کے متعلق ہم صرف اُس کے بیان کو حقیقت کے قریب تر سمجھیں گے جو اللہ ہی کی طرف سے ترجمانی کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔اور اس شرط کے بعد بھی یہ نہ کہیں گے۔کہ اللہ کی پوزیشن سو فیصد بیان ہوگئی یا سمجھ لی گئی۔اس لئے کہ

الفاظ بھی تو مخلوق ہیں۔اور سمجھ بھی مخلوق ہے،۔اور ہر وہ چیز جو مخلوق کی حدود میں سما جائے۔جو الفاظ کے دائرہ میں آجائے۔جو سمجھ اور ذہن میں آجائے وہ ہرگز اللہ نہیں ہوسکتا۔بلکہ اللہ اس سے بھی بلند تر و عظیم تر ہے۔یہ ہماری عقل کی مجبوری ہے۔کہ اللہ کو ہماری زبان اپنی منشاء و مراد بیان کرنا پڑی ہے۔اور ہم سے ہماری ہی بے بضاعتی کی بنا پر فرمایا ہے کہ اللہ کی حمد و ثنا اور اُس کی پوزیشن اُن الفاظ میں بیان کرلیا کرو جو خود اللہ نے اپنے لئے قرآن میں استعمال فرمائے ہیں۔لیکن ہم پھرعرض کریں گے۔اور مثال دے کر سمجھائیں گے کہ قرآن میں مذکورہ الفاظ بھی عربی زبان کے الفاظ ہیں۔اُن کو استعمال کر کے بھی ہرگز یہ سمجھنا کہ ہم نے سو فیصد اللہ کی پوزیشن یا شان بیان کردی ہے۔وہاں بھی اللہ نے اپنی ذات پاک کو الفاظ کے زینہ (سیڑھیوں) سے ہماری حقیر پوزیشن تک نیچے اتارا ہے۔تا کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہ کچھ آجائے۔یعنی اِس طرح جو کچھ ہماری سمجھ میں آئے گا۔وہ اللہ سبحانہ کی بہت گھٹیا پوزیشن ہوگی۔ایک معصومؑ مثال سے ہماری گھٹیا زبان میں کہی ہوئی اس گھٹیا بات کو کائنات کی اعلیٰ ترین ہستیؑ اور حقیقی ترجمانِ خداوندی کے بیان سے سمجھئے فرمایا گیا کہ:**عن جمیع بن عمیر قال : قال ابوؑ عبداللہ ای شی اللہ اکبر ؟ فقلت اللہ اکبر من کل شی ء .فقال :**

و کان ثم شي فیکون اکبر منه ؟ فقلت : وما هو ؟ قال : الله اکبر من ان یوصف (جعفر صادقؑ الکافی)

''بتاؤ اللہ اکبر کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔ ارشاد فرمایا تب تو ہر وقت ایسی چیزیں موجود ہونا ضروری ہو جن کے مقابلہ میں اللہ اُن سب سے بڑا ہوا؟۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ اللہ اُن تمام اوصاف سے بزرگ تر ہے جو بیان کئے جاسکیں'' (کتاب توحید۔ باب حدیث الاسماء)

مطلب یہ ہوا کہ جب کوئی چیز نہ تھی اُس وقت یہ معنی غلط ہو جاتے ہیں قارئین ہماری بات یاد رکھیں کہ ہماری حقیر پوزیشن تک قرآن کریم کو لوح محفوظ کے بلند مرتبہ درجہ سے نیچے اتارا گیا اور آنحضرتؐ کو ہمہ گیر و جہاں ساز نورانی پوزیشن سے نیچے اتارا گیا۔ تاکہ ہم زیارت کرسکیں۔ اپنے جذبات پیش کرسکیں اور وہؐ حضرت اپنی دوہری پوزیشن کے وسیلے سے ہماری خواہشات اور ضروریات اللہ کی بلند ترین سطح تک من وعن پہنچاسکیں۔ ہماری فلاح و بہبود اور مطلوبہ ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ اور نذیرؐ العالمین کو وہ پوزیشن اختیار کرنا پڑی جس تک ہماری ناتوان رسائی ہوسکے۔ یہ ہیں نازل ہونے اور نازل کرنے کے معنی، اور اللہ و محمدؐ کی وہ مافوق

العقل پوزیشن جس پر جہلا جھگڑا کر رہے ہیں۔ اور اللہ کو حاضر و ناظر بنا کر اُس کی عزت افزائی اور توحید پرستی سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ کو حقیقی معنی میں حاضر و ناظر قرار دینے سے بڑا اور کوئی شرک تصور میں نہیں آ سکتا۔ لیکن اگر عقل کو اجتہاد کی چادر سے ڈھک دیا جائے تو پھر ڈھکنے والے (ڈھکو) کے پاس سمجھنے کے لئے کیا رہ جائے گا؟ کاش کوئی آگے بڑھتا اور جہالت کا ڈھکن اتار دیتا۔۔۔

2۔ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کائنات سے کہیں بہت پہلے عالم وجود میں آئے۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ تخلیق کائنات اور متعلقہ حالات و واقعات کی تفصیلات معلوم ہونا انسانی ضروریات میں سے ہے۔ اور جب تک یہ معلومات اور مقصدِ حیات و تخلیق سامنے نہیں آتے۔ انسان شاہراہِ ترقی صراط مستقیم پر بے روک آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور اُسے یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ آگے بڑھنا ترقی کرنا کسے کہتے ہیں؟ اور جمود کیا ہوتا ہے؟ وہ تو بلا بتائے اس صورت حال کو بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ جو بھوک لگنے سے پیدا ہونا تھی۔ اور نہ ہی اُس کا تدارک کرسکتا تھا۔ اگر خالق کائنات نے انسانوں کے لئے داخلی اور خارجی راہنمائی، یعنی محمدؐ مصطفٰی کی دورخی ہستی کا انتظام نہ کردیا ہوتا۔ اور حضورؐ کے نور و ظہور کو ہر مخلوق کے ساتھ نہ لگا دیا ہوتا۔ چنانچہ اللہ نے نورِ محمدیؐ کو فضائیں بناتے۔ پھیلاتے، سجاتے

چلے جانے کے لئے وجود بخشا۔اور جو کچھ تعارف خداوندی کے لئے ضروری تھا۔ اُس کو مناسب ترین اور موزوں صورت میں پیش کرتے چلے جانے کا مادی و محسوس ذریعہ بنا دیا۔اُن تمام تفصیلات اور عالم تکوین کی تمام تدریجات تخلیقات کی سمٹی ہوئی صورت کا نام محمدؐ کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا؟ وہ ذاتؐ والا صفات جس کی حمد و ثنا ذرات کائنات سے لے کر تمام مخلوقات اور خالق کائنات کے پسندیدہ واجبات میں سے ہو۔جس کی کارکردگی کا اور اللہ کی پسند کے معیار پر اس کائنات کو اللہ سے متعارف کرانے کا صلہ یہ ہے۔کہ اس ساری کائنات نے اور یہاں کی تمام موجودات نے اور ملائکہ وخود خالق کائنات نے اپنا مستقل وظیفہ آنحضرتؐ پر درود وسلام بنالیا ہے۔اور ہر اُس انسان کو جو اللہ اور اللہ کے کائناتی پروگروام کو سمجھ کر ایمان لایا ہے۔یہ حکم واطلاع دی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (احزاب33/56)

کہ یقیناً اللہ ایسی ہستی بھی اور نظام محمدؐی کے کَل پُرزے بھی اپنے علم غیب کی خبریں دینے والی ہستی (النبیؐ) پر درود وسلامتی پیش کرتے ہیں۔اور مستقبل میں بھی اس حمد وثنا کو جاری رکھیں گے(مضارع) لہٰذا اۓ وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو

تم بھی اُس پر درود وسلام جاری رکھو اور تم سب اُس کے پیش کردہ نظام سلامتی کو مان لو اور نہ صرف یہ کہ اُسے مان لو بلکہ خود مجسمۂ سلامتی بن کر دکھا دو۔

امت مسلمہ کو یہ اطلاع اور حکم تو بہت بعد میں اور اس وقت ملا جب عرب ذہنیت کو بھی محمدؐ و خانوادہ محمدؐ کے علوم و فیوض و فداکاری پر یقین آ گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دنیا کی اعلیٰ ترین اقوام اور صاحبان معجزہ مذاہب کے بزرگ ترین نمایندوں نے پنجتنؐ پاک کے سامنے، آیت مباہلہ (3/61) کو سن کر سر جھکا دیا ور اللہ و محمدؐ اور خانوادہؐ نبوت کو مالکِ دین و دنیا تسلیم کر لیا۔ لیکن افتتاح تخلیق اور اجزائے تخلیق کو کس طرح اور کب مرتب فرمایا تھا؟ یہ واقعہ ساتویں محمدؐ یا چھٹے امامؑ سے سنیئے:

قال تبارک و تعالیٰ: یا محمدؐ انی خلقتک وعلیا نورا. یعنی روحا بلا بدن ؛قبل ان خلق سماواتی وارضی و عرشی و بحری فلم تزل تھللنی و تمجدنی .ثم جمعت روحیکما فجعلتھما واحدۃ فکانت تمجدنی و تقدسنی و تھللنی ثم قسمتھا ثنتین وقسمت الثنتین ثنتین فصارت اربعۃ محمدؐ واحد و علیؐ واحد الحسن و الحسینؐ ثنتان .ثم خلق اللہ فاطمہ من نورا بتدأھا

روحا بلا بدن ؛ ثم مسحنا بیمینه فافضی نوره فینا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے کہا ہے کہ اے محمدؐ یقیناً میں نے تمہیں اور علیؑ کو نور کی صورت میں پیدا کیا تھا۔(امام نے نورانی تخلیق کو سمجھنے میں مدد دینے کے لئے فرمایا کہ یوں سمجھنے کی ابتدا کرو کہ) اللہ نے دو ایسی روحیں پیدا کردیں جو بعد میں پیدا ہونے والی روحوں کا لازمی بدن بھی نہ رکھتی تھیں اور تمہیں اس وقت پیدا کیا تھا جب کہ ابھی میں نے نہ اپنے سماوات پیدا کئے تھے۔نہ کرہ ھائے ارضی کو وجود میں لایا تھا۔اور نہ ہی اپنے عرش کی تخلیق کی تھی۔اور نہ ہی اپنے حیات بخش پانی کا ذخیرہ پیدا کیا تھا۔اور تو اے محمدؐ مرکزی حیثیت سے مسلسل اور بلا ڈگمگائے **لا الہ الا انت و انک حمید مجید** کی تخلیقی صاعقہ باریاں کرتا رہا۔یہاں تک کہ پھر مجھے تم دونوں کی بلا بدن روحوں کو جمع کر کے یکجان کرنا پڑا۔چنانچہ مجھے تم دونوں کی بلا بدن روحوں کو جمع کر کے یکجان کرنا پڑا۔چنانچہ اس نوری وحدت میں بھی حسب سابق **لا الہ الا انت انک حمید مجید الملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر** کے اضافہ کے ساتھ عبادت کرتے ہی چلے گئے۔پھر میں نے عبادت میں اضافہ کی لگن دیکھ کر اُس نوری وحدت کو دوگنا کردیا۔پھر اُس جوڑی کو

بھی دوگنا کردیا۔اب وہ چار ہوگئے ۔ایک کا نام محمدؐ ہوا۔محمدؐ کی دوسری شکل علیؑ کہلائی اور باقی ماندہ محمدیؐ جوڑی میں ایک کا الحسنؑ اور دوسرے کا الحسینؑ نام ہوئے۔اورایک مناسب موقعہ پراللہ نے فاطمہؑ کوایک الگ نورانی وجودعطا کیا یعنی انہیں بھی محمدؐ وعلیؑ کی طرح گویاایک بےجسم روح سے شروع کیااور پھر ہمیں اپنی برکتوں نوازشوں اورعطیات کے لئے اس طرح اپنایا کہ ہم سے حجاب خلوت ہٹا کرفضاؤں میں بلند کردیا(کافی کتاب الحجۃ باب مولدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ)

3۔ تخلیق کائنات کاہر پہلودکھانااورعلم تخلیق عطا کرنامقصودتھا۔

سابقہ حدیث میں محبان اہلبیتؑ کو یہ بتانے کے لئے کافی ہے ۔کہ محمدؐ وآل محمدؐ کائنات کی ابتدا سے پہلے ہی ایمان وعبادت کے عالم، معلم اور عامل تھے ۔اور اُن کےاولین مسلم ہونے (زمر 39/12)اورساری کائنات کی مخلوق سے پہلے عابدہونے (زخرف 43/81) سےاوراُن ہی سے اسلام وایمان اورعبادت سیکھ کر کائنات کی ہر مخلوق مسلم بنی تھی (آل عمران 3/83)نماز و دیگر عبادات سیکھیں (نور 24/41 حدید 57/1)ایسی صورت میں کوئی شیعہ یہ کیسے مان لے گا کہ جس روز آنحضرتؐ چالیس سال کی عمرکو پہنچےاور پہلی وحی لےکر جبرائیل آئے اُس دن تک (معاذاللہ) آپؐ ایمان اورکتاب سے محروم تھے۔یقیناً ایسے

مطالب اخذ کرنے والا شخص نہ صرف یہ کہ شیعہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ شیعہ نقاب میں دشمن محمدؐ وآل محمدؐ ہی ہوگا۔اب معصومؑ بیان سنئے اور دیکھئے کہ حضرت امام تقی علیہ السلام کے زمانہ میں مجتہدین شیعوں میں داخل ہو چکے تھے۔اور محمد مصطفیٰؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کی پوزیشن میں اختلاف پیدا کررہے تھے۔اور آئمہؑ کے صحابہؓ اُس اختلاف کوحل کرانے کے لئے معصومین علیھم السلام سے رجوع کرنے کے عادی تھے۔

عن محمدؐ بن سنان قال : كنت عند ابى جعفر الثانى فاجر يت اختلاف الشيعة ؛ فقال : يا محمدؐ ان الله تبارک وتعالىٰ لم يزل متفردا بو حدانية ثم خلق محمداؐ وعليا وفاطمة فمكثوا الف دهر ثم خلق جميع الا شياء فاشهد هم خلقها و اجرى طا عتهم عليها و فوض امورها اليهم فهم يحلون ما يشاؤون ويحرمون يا يشاؤُون و لن يشاؤوا الا ان يشاء الله تبارک وتعالىٰ .ثم قال : يا محمدؐ هذه الديانة التى من تقد مها مرق و من تخلف عنها محق و من لزمها لحق .خذها اليک يا محمدؐ (کافی کتاب وباب ایضاً)

چنانچہ جناب محمد بن سنانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمدؐ تقی علیہ السلام کے

حضور میں شیعوں میں جاری کردہ اختلاف بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے محمدؐ یقیناً اللہ تعالیٰ مسلسل اپنی وحدانیت میں یکتا وتنہا ویگانہ رہتا رہا۔ پھر اُس نے محمدؐ و علیؑ اور فاؑطمہ کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا اور اس آراستگی میں ہزارہا زمانے اور ادوار گزر گئے۔ تب کہیں جا کر اللہ نے کائنات اور اس کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اشیا کی اس تخلیق پر پنجتنؑ کو بطور گواہ حاضر رکھا اور اُن تمام مخلوقات و موجودات پر اُن حضرؑات کی فرمانبرداری کا حکم جاری کیا۔ اور اُن کے تمام کام اُن حضرؑات کو سونپ (تفویض کر) دیئے چنانچہ وہی حضرات کائنات کی تمام ضرورتوں کو جس طرح چاہتے ہیں حل کرتے ہیں یا کھولتے ہیں۔ اور جس طرح چاہتے ہیں حرمت برقرار رکھتے ہیں مگر وہ مشیت خداوندی کے خلاف ہرگز نہیں چاہتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے محمدؐ یہ ہے ہمارا وہ دین و دیانت کہ اگر کوئی اُس میں داخل اندازی یا کسی اور کی تقدیم کرے وہ گھل کر رہ جائے گا۔ اور جو کوئی اُس سے کنارہ کشی اختیار کرے وہ مٹ کر فنا ہو جائے گا۔ اور جو کوئی اس دین و دیانت کو اپنے اوپر لازم کر لے وہ ہم سے دین کے مقصد سے ملحق (وابستہ) ہو جائیگا''

<u>ہمارا اور شیعہ کا یہی ایمان وعقیدہ ہے۔</u>

کہ یہ کائنات اور یہاں کی تمام موجودات، اور ان سب کا بہترین استعمال؛ اُن کا

تخلیقی مقصد اُن کے مختلف حالات وصفات اور خصوصیات محمدؐ اور آئمہ اہلبیت علیھم السلام کو سکھا دی گئی تھیں۔ اور وہ سب اُن حضراتؐ کے تابع فرمان ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (جاثیہ 45/12)

اُن ہی کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب کچھ تمہارےؐ تابع فرمان کر دیا گیا ہے۔ یقیناً اُس تسخیر کائنات میں اُس قوم کے لئے معجزات کی فراہمی کا بندوبست و اختیار موجود ہے جو تفکر و تعقل سے وابستہ ہے۔

اور چونکہ ملت شیعہ ایک طالب علم قوم ہے اور ہمارا ہر فرد یہ یقین رکھتا ہے کہ تخلیق کائنات کا ہر پہلو ہر لمحہ معصومین علیھم السلام کے روبرو رہتا چلا آیا ہے۔ اور اُن کے علم و اطلاع کے بغیر کائنات میں کوئی حرکت وسکون وقوع میں نہیں آتا۔ لہٰذا جو لوگ ان عقاید کو کمزور مشکوک کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ وہ تمام دشمنانِ خدا اور رسولؐ اور دشمنانِ نوع انسان ہوتے ہیں۔ خواہ انہوں نے اپنے لئے کوئی بھی لقب مشہور کر دیا ہو یا کوئی بھی لیبل اختیار کر لیا ہو۔ یہی لوگ ذمہ دار ہیں کہ جنہوں نے علوم کائنات سے تمام انسانوں کو محروم کرنے کے لئے دامن اہلبیتؐ چھڑا دیا۔ بابؐ العلم کو بند کر دیا اور خود راہنمائے اُمت بن بیٹھے۔ دشمنوں کا یہ گروہ

ابتدا سے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے۔ آئمہ علیھم السلام کے ادوار میں بھی یہ لوگ شیعہ نقاب پہن کر موجود رہتے رہے ہیں۔ اُن ہی کا منہ بند رکھنے کے لئے جو باتیں معصومینؑ نے از راہ مصلحت کہہ دی تھیں۔ ان ہی باتوں کو یہ ملعون گروہ اپنے باطل مقاصد کے لئے استعمال کرتا اور شیعوں کو فریب دینے کی کوشش کرتا چلا آیا ہے۔ (دیکھو ہماری تصنیفات) لیکن محمدؐ وآل محمدؐ کا مقام بلند تو ہماری کتابوں کے ساتھ ساتھ سینہ بسینہ ماں باپ سے بچوں تک پہنچتا چلا آیا ہے۔ یہ اُن علما نام کے جانوروں کے قابو کی بات نہیں ہے کہ وہ کتابوں میں لکھے اور دل و دماغ اور سینوں میں بیٹھے ہوئے عقائد کو کھرچ کر نکال سکیں۔ اُن کی کوشش ہمیشہ رائیگاں جاتی ہے۔ چنانچہ جب جناب محمد بن سنان نے مندرجہ بالا عقیدہ شیعوں کو بتا دیا تو مذکورہ شکوک و شبہات و اختلافات ختم ہو گئے۔ اور دشمنانِ دین نے پھر اس (آخری) حدیث میں مین میخ نکالنا شروع کیا۔ پھر اُس کا جواب شیعوں میں پھیلایا گیا۔ اسی طرح لاکھوں احادیث معصومینؐ اور علمائے شیعہ کے بیانات کتابوں کی صورت میں مرتب ہوتے چلے آئے ہیں۔ مخالف علما کے یہاں دینی خدمات اور واجبات و تعلیمات پر اجرت لینا جائز رہتا چلا آیا ہے۔ حقیقی علمائے شیعہ نے ایسی کمائی کو ہمیشہ حرام مطلق سمجھا ہے اس لئے علمائے سو مالدار و

اجارہ دار ہوتے ہیں۔ خمس وزکاۃ ودیگر مالی واجبات الگ ھڑپ کر جاتے ہیں۔ خودغرض اور دین فروش اور لاعلم لوگوں کو جمع کر کے قوم میں سیکڑوں ادارے بنائے رکھتے ہیں۔ مل بانٹ کر کھانے اور قوم کی یکجہتی کو مٹانے کا مستحکم انتظام کرتے ہیں۔ انجمن سے انجمن کو، اور ادارہ کو ادارہ سے لڑاتے رہنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ مناظرے اور مباحثے جاری رکھنا۔ چندے اور عطیات وصول کرنا۔ قومی اخبارات کو لے دے کر قابو میں کرنا۔ روپیہ پانی کی طرح بہاتے رہنا۔ اُن کا مستقل کاروباری وظیفہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ لوگ اغیار سے مدد وتعاون حاصل کرنے کے لئے مذہب حقہ کے عقاید اور تنظیم کو برباد کرنے کے لئے نئی نئی بحثیں نکالتے رہتے ہیں۔ بڑی دھوم دھام سے اپنی کتابیں فروخت کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ دونوں الگ الگ عقائد کے لوگ ہیں۔ لیکن حقیقتاً یہ ایک ہی گروہ ہوتا ہے۔ اور اُن کا مذہب تخریب ہوتا ہے۔ یہ لوگ شیعوں میں شیعہ اور سنیوں میں سُنی بنے رہتے ہیں۔ کبھی شیعوں کو سنیوں سے لڑا کر کماتے ہیں۔ کبھی آپس میں لڑاتے رہتے ہیں۔ اپنے چاروں طرف دلال اور اپنے چمچے پھیلا دیتے ہیں۔ اُدھر کمزور عقیدت کے اہل قلم اور ضرورتمندوں ومحتاج ونا کارہ اہل علم بھی روپیہ اور مدد کی لالچ میں اپنی زبان وقلم

رو کے رکھتے ہیں یا اُن ہی کی تائید میں لگ جاتے ہیں ۔ اُن کے قصائد لکھ کر تعریفوں کے پل باندھ کر پیسہ کماتے ہیں ۔ پھر اوباش اور غنڈہ قسم کے مفت خور لوگ بھی ان کے باڈی گارڈ بن جاتے ہیں۔خوشامد پسند صاحبان دولت بھی نام و نمود کے لئے حاشیہ نشینی اختیار کر لیتے ہیں ۔ الغرض یہ حضرات قوم وملک وحکومت پر چھا جاتے ہیں ۔ رہ گیا علما کا وہ طبقہ جو خود کما کر کھانا چاہتا ہے وہ روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے ۔ یہ حضرات اُن پر بھی خار کھائے رہتے ہیں ۔اُن کے پاس نہ پیسہ فاضل ہوسکتا ہے ۔ نہ کوئی ادارہ نہ کوئی چمچہ بلا پیسے ملتا ہے ۔قدر دان لوگ بھی اپنے نام وشہرت کے لئے دوسری طرف چل دیتے ہیں ۔علما نام کے ان ہی گروہوں کو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرما کر مشخص فرمایا تھا کہ:

عن ابی بصیر عن ابی عبدالله علیه السلام قال :

ان الناس طبقات ثلاث :

١ . طبقة هم منا و نحن منهم

٢ . طبقة يتزينون بنا .

٣ . طبقة يا كل بعضهم بعضا بنا .

یقیناً انسانوں کے تین طبقات ہیں۔

ایک طبقہ وہ ہے جو ہم سے متعلق ہے اور ہم اُس سے متعلق ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے۔ جو ہماری آڑ میں ٹھاٹ باٹ اور مفاد دنیاوی حاصل کرتا رہتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے۔ جو ہمارے علم اور ہماری مودۃ ومحبت کی آڑ سے لوگوں کو لوٹ لُوٹ کر کھاتا رہتا ہے''(روضۃ الکافی حدیث نمبر 275)

ہم بھی اُن ہی لوگوں میں سے ایک ہیں جن کے پاس نہ ادارہ ہے نہ اجارہ داری ہے۔ اپنی قسم کے بہت سے خانہ نشین علما کو جانتے ہیں۔ مگر ہم دب کر نہ رہے ہیں۔ نہ رہیں گے۔ ہمارا قلم ہر وقت چلتا رہتا ہے۔ اور بفضل امام علیہ السلام شائع بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور آپ کی لائبریری محمدیہ اسکول۔ نجف اشرف اور قم و مشھد اور تمام بڑے بڑے شیعہ سنی اداروں کو پابندی سے جاتا رہتا ہے۔ اور صداقت مذہب حقہ اثنا عشریہ، یہ ہے کہ آج (75-11-30) تک کسی گوشہ سے بھی مخالفت میں آواز نہیں اٹھ سکی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ مخالفت موجود نہیں ہے۔ مگر مخالف زبان نے نہ کھلنے میں مصلحت مدنظر رکھی ہے۔ آج کل شیخیوں کا گروہ دُرّ نجف کو بٹھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ طرح طرح کے واسطے دیئے جا رہے ہیں۔ قدیم طرفدارانِ مذہب شیعہ اور ڈھکو کے مستقل دشمن علما خوفزدہ ہو کر گھروں میں بیٹھ جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ انہیں یقین ہو گیا

ہے کہ اگر دُرّ نجف ہمارے ان تازہ بتازہ مضامین کو شائع کرتا رہا تو ڈھکو والی بحث دم توڑ دے گی اور اُن کی وہ کتابیں جو ڈھکو کی مخالفت میں خوب بک رہی تھیں۔ وہ آمدنی بند ہو جائے گی لہٰذا وہ حضرات بھی دُرِ نجف کو زیر پردہ نصیحت فرما رہے ہیں اس کی مدد کے تحریری وعدوں کے باوجود دستکش ہو چکے ہیں۔ محمدؐ اسماعیل صاحب اُن کی وعدہ خلافی کا رونا پمفلٹ کے آنسوؤں سے رو چکے ہیں۔ بہرحال جو ہو سو ہو۔ ہم ڈھکو اینڈ کمپنی کے خلاف ایک ہزار سے زیادہ صفحات لکھ چکے ہیں اور یہ (نور یا خاک) پر تبصرہ بھی اسی تصنیف کی ایک کڑی ہے۔ ہم برابر مذہب معصومین علیھم السلام کو پیش کرتے چلے جائیں گے۔ بار بار ایسا ہوا ہے۔ کہ اللہ کی مہربانی سے اہل حق کی قلیل سی تعداد باطل کی کثرت پر غالب آتی رہی ہے۔ (بقرہ 2/249) ہم اپنے علم و تجربہ اور مشاہدہ پر مطمئن ہیں۔

شیعہ مجتہد مجسم فریب کا یا ابلیس کا صفاتی نام ہے اُس نے شیعوں کو دھوکہ کے سوا کچھ نہیں دیا ہے۔

مجتہد کہتا تو یہی ہے کہ وہ محض اُن معاملات پر اپنے اجتہادی احکام دے گا۔ جن معاملات میں کوئی نص صریح موجود نہ ہو۔ یہ ''نص صریح'' ایک جناتی یا طاغوتی اصطلاح ہے۔ جو دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ نے گھڑی تھی۔ اس کو انسانی زبان

میں یوں کہیں گے کہ:

1۔ دین و دنیا کے جن معاملات کو خدا اور رسولؐ اور بارہ معصوم آئمہؑ نے بیان نہیں کیا مجتہدین اُن معاملات کو بیان کریں گے'' یا یوں کہیں کہ:

2۔ دین و دنیا کے جن معاملات کو سمجھنے کی انسانوں کو احتیاج تھی اور جو کسی طرح اللہ و رسولؐ و قرآن احادیث و ما کان و ما یکون و ما ھو کائن کے بارہ عالم آئمہ معصومینؑ سے بھی رہ گئے انہیں مجتہد بیان کرے گا۔''

دیکھا آپ نے آپ کی لکھی ہوئی وہی سادہ سی بات، ذرا سی بات وضاحت سے، کفر بن گئی۔ یہ تھا نظام اجتہاد و مجتہد کا فریب۔ جسے اُس نے نہایت سہولت سے سادہ دل اور پرخلوص عوام میں پھیلا کر انہیں آپ کی طرح مطمئن کر دیا۔ ہم آپ کی رعایت سے، تھوڑی دیر کے لئے اس کفر کو ایمان سمجھ لیتے ہیں۔ اور آپ کو اپنے اولین عنوان کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ بقول مجتہد اور مجتہد پرست لوگوں کے قرآن میں آج اس دور کے کسی تقاضہ کا ذکر نہیں۔ موٹر، ایروپلین، ٹیلیوژن۔ میزائل۔ مرنے والے کے اعضا کو زندوں کے لئے محفوظ رکھنا۔ خون دینا یا لینا۔ وغیرہ وغیرہ ایک کروڑ ضروریات میں سے ذرا ایک مسئلہ تو مجتہد سے دریافت کر کے ہمیں بتائیں۔ یا جتنے بڑے بڑے مجتہد ہیں۔ اُن سے فضا میں پیش آنے والی

کسی بھی ضرورت کا حل دریافت کیجئے۔ مسکرائیں نہیں۔ اُن کے پاس گزشتہ سے پیوستہ جواب موجود ہے۔ یعنی دوسرا کفر یہ ہے کہ:

الف۔ دین کے مسائل اور ہیں دنیا کے اور ہیں۔ لفظ ''علم'' صرف وہاں تک وسیع ہے۔ جہاں تک مجتہد کی معلومات ہوتی ہیں۔'' اور

ب۔ ہوائی جہاز وغیرہ سب بے دینی کی باتیں ہیں۔ شیطانی کاروبار ہے۔ انگریزی وغیرہ پڑھنا کفر ہے۔

ج۔ فضاؤں میں جانا خدائی دعویٰ اور مداخلت فی الدین ہے''

ہم نے اپنے پہلے عنوان میں کئی کروڑ انسانی ضرورتوں کا بنیادی ثبوت لکھا ہے۔ اور اللہ نے اپنے رسولؐ کو کائنات کی گذشتہ وآئندہ کی ہر چیز کا عالم فرمایا ہے قرآن کریم کو ہر شے کی تفصیلی معلومات کا خزانہ بتایا ہے۔ آئمہ اہلبیتؑ نے فرمایا ہے کہ ہم اور قرآن ہر اُس چیز، ہر اُس ضرورت اور تقاضے کا علم رکھتے ہیں جو قیامت تک انسانوں کو پیش آنا ممکن ہے۔ (دیکھو مذہب شیعہ اسلام اور علمائے اسلام۔ الجمعۃ واجبہ۔ مرکز انسانیت۔ والدازم۔ ناشر ادارہ علوم الاسلام اصغری منزل نمبر ا مین بازار سانده کلاں لاہور۔)

مجتہدین کا مبلغ علم اور حدود اربعہ۔

ان حضرات کے متعلق تفصیلات تو ہماری تصنیفات میں ملاحظہ ہوں۔ یہاں مختصراً یہ سن لیں کہ جو لوگ آپ کے یہاں مجتہد اور مفتی مشہور ہیں۔ اُن میں سے سوائے چار کے کوئی اس لفظ کا مستحق نہیں ہے۔ اور وہ چاروں بھی مجتہد مطلق نہیں ہیں۔ بلکہ ایسے مجتہد ہیں جن کو ماتحت مجتہد یعنی متجزی کہا جا سکتا ہے۔ ہم اُنہیں مقلد مجتہد کہتے ہیں۔ اُن چاروں کو معمولی سی عربی و فارسی زبان آتی ہے۔ وہ تاریخ و جغرافیہ، ریاضی اور حساب کی تمام بلند شاخوں مثلاً جیومیٹری۔ کیلکولس، منصوریشن الجبرا۔ ٹریگنو میٹری وغیرہ سے نابلد ہیں۔ معاشیات، علم النفس وغیرہ اُن کے نصاب ہی میں نہیں ہوتا۔ جو کچھ اُن کا نصاب ہے۔ اُس میں ایک سبجیکٹ بھی تو ایسا نہیں جو آج انسانوں کے لئے مفید ہو۔ پھر اُن کا اس سے زیادہ کوئی کام باقی نہیں ہے کہ کسی پرانی تحفۃ العوام پر انگوٹھا لگا کر اس کی تصدیق کر دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فروع میں اُن کی تقلید ضروری ہے۔ فروع میں حج اور زکاۃ اور خمس مالی شرائط سے مشروط ہیں۔ جہاد انہوں نے حرام مانا ہے۔ روزہ سال بھر میں ایک دفعہ نماز زبانی یاد ہے۔ باقی دنیاوی علوم سے اُن کا تعلق نہیں ہے۔ یہ ہے مجتہد کا مصرف۔ مگر یہی مجتہدین اصول وعقاید میں فیصلے صادر کر رہے ہیں۔ قرآن

واحادیث کے صریحی بیانات کا انکار کر رہے ہیں اور ہم وہ کچھ کہہ رہے ہیں جو احادیث میں فرمایا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆